اپنی بات

تاریخ ادب یہ معلوم کرنے کا اہم ذریعہ ہے کہ ادب کے بڑھتے ادوار، گزرتے ماحول اور زمانے کے تغیرات، تضادات اور تاثرات نے ادب کو کہاں تک متاثر کیا۔ تاریخ ادب کو علم اور فن کی ایسی درمیانی کڑی سے تعبیر کیا گیا ہے جس میں حقائق وا شگاف ہو کر ادب کی ہمہ گیریت اور آفاقیت پوری طرح سامنے آجائے۔ اس لیے کہ ادب ایک بحر بیکراں ہے، جس کی ہر ہر سطر میں صحت بیان، صحت لسان اور صحت واقعات بھی پوشیدہ ہیں۔ ادب کا مؤرخ شعور انسانی کی تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے اور اپنی فہم وفراست کو بروئے کار لاتے ہوئے ادب کے تغیرات اور اس پر واقعات کے اثرات کا جائزہ بھی لیتا ہے۔

ادیب اعلیٰ انسانی قدروں کا محافظ اور زندگی کی گونا گونی کا ترجمان بھی ہوتا ہے۔ اس کے دل کو عوام کے جذبات اور ان کی دھڑکنوں کے محسوسات بھی متاثر کرتے ہیں۔ تبھی وہ داخلی کیفیات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر صفحۂ قرطاس پر اُتارتا ہے اور اس میں اپنے تجربات واحساسات کا نچوڑ شامل کر کے قارئین اور ناقدین ادب کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ناقدین اس ادب پارہ کے تعمیری عوامل اور زیرِ عبارت تلاطم خیز موجوں کو غور وفکر کے بعد اس پر مہر بصیرت ثبت کرتے ہیں اور اس کی تعبیر وتشریح کے نئے باب سامنے لاتے ہیں۔ ادب پارہ اسی وقت قابل قبول اور معتبر ہوتا ہے جب اس میں فنّی چابکدستی کے نمونے وافر مقدار میں پائے جاتے ہوں۔ اس لیے کہ ادیب کے دل میں یہ احساس جاگزیں ہوتا ہے کہ وہ خارجی حقائق کے شعور وادراک کے ذریعہ اپنی جداگانہ طرز نگارش، جداگانہ اسلوب اور جداگانہ حسیت کے ساتھ اس قوت کی تصویر کشی کررہا ہے جو آج بھی مفید اور کارآمد شے ہے اور کل بھی لائق اعتنا سمجھی جائے گی۔

ادب کے ضروری عناصر فکر، جذبہ اور خیال قرار پاتے ہیں اور جب وہ فن پارہ کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے تو اس کی شیرینی اور حلاوت ہمیں اس کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ جب ہم اس کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں تو سمجھیں کہ ادب کا فریضہ ادا ہوگیا۔ اب اس کے بعد خارجی عمل کے ذریعہ نقد کے توسط سے ادب کو سمجھا جاتا ہے اور اس کے کیف وکم پر بحث ہوتی ہے، یہی بحث مابعد امکانات کا ایسا دریچہ ہے جس سے گزر کر ہی فن پارہ عظیم فن پاروں کی فہرست میں جگہ پاتا ہے۔

بات چاہے گھما پھرا کر کہی جائے یا سیدھے طور پر درست یہی ہے کہ ادب زندگی کا سچّا ترجمان ہوتا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ادب زندگی کے تمام گوشوں کو اُجاگر نہیں کرتا، بلکہ زندگی کو ادیب کے مزاج کے مطابق پیش کرنے کی سعی کرتا ہے۔ ہر ادیب کا ادراک اور خیالات چوں کہ مختلف ہوتے ہیں، اس لیے کوئی ادیب کسی عنصر کی ترجمانی کرتا ہے اور کوئی ادیب کسی دوسرے عنصر کی۔ اسی لیے ان کا لہجہ بھی مختلف ہوتا ہے اور ان کے کہنے اور بتانے کا ڈھنگ بھی جداگانہ۔ واقعہ یہ ہے کہ ادیب اظہار معانی پر جس قدر قدرت رکھتا ہوگا، اسی قدر اس کے فنّی حقائق اُبھر کر سامنے آئیں گے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایسا ادب تخلیق کریں جو اگر ایک طرف تاریخ کا حصّہ قرار پائے تو دوسری طرف اس میں شعوری طور پر ایسے عناصر کا غلبہ ہو جو قاری کو حقیقی مسرتوں سے ہمکنار کرے اور اپنی اثر پذیری کے باوصف پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں میں گھر کر جائے۔

اردو اکادمی، دہلی اپنی گوناگوں فروغ اردو کی سرگرمیوں کے ساتھ ادب کی خدمت میں مصروف ہے۔ ایک طرف جہاں ایوانِ اردو کا 'سرسید نمبر' ادب وتاریخ کا ایک دستاویز ثابت ہوا ہے، وہیں 'سرسید شناسی: جہات وامکانات' کے موضوع پر سمینار نے اپنی مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ ساتھ ہی اردو خواندگی مراکز کا سالانہ جلسۂ تقسیم انعامات جیسے پروگرام بھی اردو کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کررہے ہیں۔ 'سرسید نمبر' جیسا ضخیم شمارہ ترتیب دینے کے بعد 'ایوانِ اردو' کا پیش نظر شمارہ مرتب کرنا ایک مشکل امر تھا، لیکن ہم نے اسے 'ایوانِ اردو' کے سابقہ شماروں کے نہج پر سنوارنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہیں یہ ہمیں آپ کے تاثراتی خطوط سے پتہ چلتا ہے۔ آپ کے خطوط ہی ہمیں 'ایوانِ اردو' کو بہتر سے بہتر طور پر پیش کرنے کے لیے اُکساتے ہیں۔ اس لیے ہمیں آپ کے خطوط کا ہمیشہ کی طرح انتظار ہے۔

—ادارہ